Lesson 8. Al-Baqarah (Ayaat 47 – 59): Day 34 سُوْرَةُ البَقَرَة کی تفسیر

يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٧﴾

اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو، جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔

یہاں احسان اور فضیلت کی بات کی گئی ہے۔ یا حرف ندا ہے اور بنی اسرائیل کو ایک نسبت سے پکارا گیا ہے۔ بنی اسرائیل میں نبیؑ بھیجے گئے۔ اس قوم کو نبوت ملی۔ اِن کے لیڈر اِن کے نبیؑ ہوا کرتے تھے۔ نبوت اپنی مرضی سے نہیں ملتی۔

اور فضیلت کیا ملی کہ اس گروہ کو اللہ نے اپنے دین کے کام کے لئے چن لیا تھا۔ کہ بنی اسرائیل باقی لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائیں گے۔ اس قوم کو باقی قوموں کے لئے اِمام بنا دیا گیا۔

ذرا غور کریں یہی فضیلت مسلمان قوم کو بھی ملی ہے؛ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ۔۔ یہاں اپنے آپ کے بارے میں سوچیں۔

اللہ نے یہود کو اپنے کام کے لئے چنا۔ ان کو وہ خوبیاں اور صلاحتیں دیں کہ یہ اُس وقت کے لئے پوری دُنیا کے لیڈر بنیں اور دوسروں کو ہدایت کی طرف بلائیں۔ ان کو خاص طور پر اعلٰی ذہنی صلاحتیں عطا فرمائیں۔ یہود قوم بہترین آرگنائزر ہیں۔ بہت منظّم قوم ہیں آنے والے سالوں تک کے لئے پہلے سے منصوبہ سازی کر لیتے ہیں۔ آج بھی اگر ہم دیکھیں تو کیسے انھوں نے عرب علاقوں میں اسرائیلی ریاست کو قائم کیا ہے۔ ہیبرو یونیورسٹی کو بنایا اور اپنے لوگوں کی وہاں تربیت کی۔

وہی لوگ، اقوام اور ادارے ترقی کرتے ہیں جو دوسروں پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنے لوگ تیار کرتے ہیں۔ اپنے لوگوں کو تعلیم دیں، اُن کی تربیت کریں۔ ایک اچھی ٹیم بن گئ تو ترقی کے راستے کھل جاتے ہیں۔ (ویب سائٹ سے اُستاذہ محترمہ عِفّت مقبول صاحبہ کا 'رَبّ کا پیغام' لیکچر سُنیں)

سُننے میں آیا ہے کہ جب ہیبر ویونیورسٹی بنی تھی تو اُس میں پڑھنے اور پڑھانے والوں کو چھٹی کا لفظ گالی لگتا تھا۔ اَن تھک محنت سے آج وہ یونیورسٹی دُنیا کے بہترین اداروں میں سے ہے۔ (ٹھیک ہے کہ وہ غلط مقاصد کے لئے استعمال ہوتی ہے لیکن اس کے پیچھے سالہاسال کی پلاننگ ہے)۔ تمام اساتذہ وہاں رضاکار تھے۔ یہ قوم آج بھی آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ لیکن دور رَس نتائج کو سامنے رکھتے ہیں۔

یہود قوم آج بھی پوری دنیا پر نظر رکھتے ہے، یہ لوگ خاص طور پر یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کس ملک اور کس خطّے سے کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ کس کی کون سی کمزوری ہے۔ اور کس کو کونسے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہود بے حد خوبیوں اور صلاحتیوں کے مالک لوگ ہیں۔

اَب دوسری طرف دیکھیں کہ اِن سب باتوں کے باوجود ذرا سوچیں کہ اگر یہ اپنا دین پھیلانے پر آ جاتے تو کیا صورتِ حال ہوتی؟ اللہ نے ان کے ذہن مین یہ بات ڈال رکھی ہے کہ صرف پیدائشی یہود ہی اصل یہود ہیں۔ اپنا مذہب تبدیل کر کے یہود نہیں بنا جا سکتا۔ عام طور پر ان کے ہاں بچّہ ماں کے مذہب پر پیدا ہوتا ہے۔ اِس لئے اگر کوئی شخص یہودی بننا بھی چاہتا ہو تو کافی پیچیدہ معاملہ ہے۔ اس لئے یہ لوگ اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کرتے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہودی ہونا ایک اعزاز ہے جو صرف یہودی خاندان میں پیدا ہونے سے ہی ملتا ہے۔

اب دنیا کا معاملہ تو یہ ہے کہ جو محنت اور لگن سے آرگنائز ہو کر کام کرے گا، اللہ اُس کو کامیابی ضرور دیتے ہیں۔

اِس معاملے کو اپنے اوپر لے کر دیکھیں۔ ہم سب جو دین کا علم حاصل کر رہے ہیں یا دین کا کام کر رہے ہیں۔ اگر ہم اپنی پوری محنت کرتے ہیں اور اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہیں تو انشاللہ اُس کے اثرات ہمارے شہر پر نظر آنے شروع ہو جائیں گے۔

یہود نے اپنی ساری خوبیاں دُنیاوی کاموں کے لئے استعمال کیں اور دین کو پیچھے کر دیا۔

اس کو کہتے ہیں evil genius بعض اوقات ہوشیاری اور چالاکی کام نہیں آتی۔ شیطان بھی تو اپنی طرف سے عقلمند اور ہوشیار ہی تھا۔

دین کے معاملات میں اپنی پوری محنت کے بعد بھروسہ اللہ پر ہی کیا جاتا ہے۔ sovereignty اللہ کی ہی مانی جاتی ہے۔ اپنے آپ کو عقلِ کُل نہیں سمجھا جاتا۔

اللہ نے ان کو فضیلت دی، ان کو امام بنایا۔

لیکن ان کے مذہبی طبقے میں بگاڑ آ گیا۔ کسی بھی معاشرے میں اَصل بربادی تب ہوتی ہے جب مذہبی لیڈر ہی راہِ راست سے ہٹ جائیں۔ پھر 'مغضوبِ اِلیھم' بن جاتے ہیں۔ اللہ کا غضب آتا ہے۔

اب یہی بات اپنے اوپر لے کر سوچیں کیونکہ مذہبی اعتبار سے یہود اور مسلمان بھائی ہیں۔

ہم کیسے کام کر رہے ہیں؟ اللہ کی رحمت پانے والے یا اللہ کو ناراض کرنے والے؟

معاشرے کو سنوارنا چاہتے ہیں تو مذہبی طبقہ اور معاشرے کے امیر / نامور لوگ ٹھیک کر لیں۔ اور یہ مٹھی بھر لوگ بدلیں گے تو معاشرہ سنور سکتا ہے۔

مذہبی طبقہ تو ان کا تلبیسِ حق کر رہے تھے۔ پھر مذہبی لوگوں نے لوریاں دیں اور کفّارے اور سفارش کے نظریے پیدا کئے۔ اُس کا رزلٹ کیا ہؤا کہ لوگ ان دیکھے ربّ سے ڈرنے کی بجائے سامنے بیٹھے رَبّی سے ڈرنے لگے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔـا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اور اس دن سے ڈرو جب کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے اور نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے اور نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں۔

یہ آیت آگے جا کر بھی آئے گی۔ یوں لگتا ہے جیسے بات کی وضاحت کی جا رہی ہے (اور بات کو دو بریکٹ میں لکھا جا رہا ہے) یہاں سے بریکٹ شروع ہو رہی ہے۔ شروع میں یہ بات لکھی جا رہی ہے اور پھر بات کا اختتام بھی اسی بات پر ہو گا اور درمیان میں بنی اسرائیل کے چالیس سال ہیں۔

یہاں سے نوٹ کریں کہ؛

1. جب کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا
2. نہ کسی کی سفارش منظور کی جائے گی
3. نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا
4. نہ لوگ (کسی اور طرح) مدد حاصل کر سکیں گے۔

جب تک ہمارا آخرت کا عقیدہ درست نہیں ہو گا عمل صالح نہیں ہو سکیں گے۔ عام طور پر ہوتا کیا ہے کہ ہم سوچتے ہیں کہ فلاں سفارش کر دے گا۔ فلاں بچا لے گا۔ فلاں حافظ بخشوا دے گا۔ فلاں بگڑی بنا دے گا۔ قرآن کا واضح پیغام ہے کہ کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔

نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ گرائمر کے اعتبار سے یہ نکرہ ہے، یعنی کامن ناؤن۔ خاص تو ایک طرف کوئی عام بندہ بھی کام نہ آئے گا۔ نہ کوئی ولی نا کوئی پیر صاحب۔ سوچیں ذرا اپنا بوجھ ہم خود اُٹھائیں گے۔ شَيْـًٔا یعنی کچھ بھی کام نہ آئے گا۔ اَب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں کام نہیں آئیں گے۔

قیامت کے دِن اجازت نہیں ہو گی اور دوسرا اللہ کے حکم سے رحم کے جذبات ختم ہو جائیں گے۔

نبی پاکؐ اپنے گھر والوں سے فرمایا کرتے تھے کہ نیک اعمال ساتھ لانا صرف میری سفارش کام نہیں آئیگی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے پیار سے پوچھا تھا یا رسول اللہؐ آپ کو روزِ قیامت میں یاد ہو نگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ تین مواقع پر میں تمھیں بھی بھول جاؤں گا۔ پل صراط پر، میزان پر (جب نیکیاں تُل رہی ہو نگی۔ رپورٹ مل رہی ہو گی) اور جب نامہ اعمال مل رہے ہو نگے۔

اُس دن ہر بندے کو اپنی فکر ہو گی۔ ہمارے ہاں دو طرح کی رائے ہے۔ ایک یہ کہ فلاں کی سفارش قبول ہو گی۔ اور دوسرا یہ کہ سفارش ہو گی ہی نہیں۔ آپ نوٹ کر لیں کہ سفارش ہو گی لیکن شرائط کے ساتھ۔ نمبر 1: یعنی قابلیت کے ساتھ سفارش قبول ہو گی۔ اگر کوئی حافظ بچّہ اپنے ماں باپ کی سفارش کرنے بھی آئیگا جو خود نمازی نہیں ہو نگے تو وہ اُن کو پہچان ہی نہیں سکے گا۔ جہنم کے خوف سے لوگوں

کی شکلیں بدل گئی ہونگی۔ دوسری شرط یہ کہ کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو بخشش میں رکاوٹ ہو۔ مثلاً زانی نہ ہو۔ مالِ ناحق نہ کھایا ہو۔

اللہ نے سب کا حساب کتاب کر رکھا ہے۔ آخرت میں سفارش ایک آنر کی طرح ہوگی رزلٹ آؤٹ ہونے کے بعد کچھ کمی بیشی پر اللہ کے حکم سے سفارش قبول کی جائے گی۔

ہمارے ہاں عام طور پر ماضی کے لوگوں اور مردوں کو تو حد سے زیادہ عزّت دی جاتی ہے لیکن دورِ حاضر کے علماء کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ نبیوںؑ کی زندگی میں تو اُن کی بات نہیں مانی لیکن بعد میں عمل کرنے کی بجائے صرف نعتیں پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ نبیؐ ہماری شفاعت کر دینگے۔

کرے کوئی بھرے کوئی نہیں ہوگا۔ یہود میں یہ ہوتا تھا کہ بنو قینقاع امیر لوگ تھے اور بنو قریظہ غریب قبیلے والے تھے۔ امیر لوگ جو مرضی کریں کوئی جرم کر دیں تو سزا غلام کو مل جاتی تھی۔ لیکن روزِ قیامت کوئی اثر ورسوخ کام نہیں آئے گا۔ مال کام نہیں آئے گا۔ صرف اپنی فکر ہوگی۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾ سورۃ عبس۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا ﴿٣٤﴾ اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے ﴿٣٥﴾ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے ﴿٣٦﴾ ہر شخص اس روز ایک فکر میں ہوگا جو اسے (مصروفیت کے لیے) بس کرے گا۔

یعنی ہر شخص کو اپنی پڑی ہوگی۔

لَنۡ تَنۡفَعَكُمۡ اَرۡحَامُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ‌ ۚ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ ‌ ۛۚ يَفۡصِلُ بَيۡنَكُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ﴿۳﴾ **سُوۡرَةُ الۡمُمۡتَحَنَة**۔ قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے اور نہ اولاد۔ اس روز وہی تم میں فیصلہ کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھتا ہے۔

خود سے پوچھیں اور سوچیں ذرا۔ کوئی کام نہیں آئے گا۔ دوسروں کے لئے رَبّ کو ناراض کیوں کریں؟

اللہ جب کسی قوم کو فضیلت دیتا ہے تو پھر اُن کا حساب بھی سخت ہوتا ہے۔ پھر یہود سے باز پُرس ہوتی ہے۔ وَاِذۡ نَجَّيۡنٰكُمۡ مِّنۡ اٰلِ فِرۡعَوۡنَ يَسُوۡمُوۡنَكُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ يُذَبِّحُوۡنَ اَبۡنَآءَكُمۡ وَيَسۡتَحۡيُوۡنَ نِسَآءَكُمۡ‌ؕ وَفِىۡ ذٰلِكُمۡ بَلَاۤءٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَظِيۡمٌ ﴿۴۹﴾ اور (ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قومِ فرعون سے نجات بخشی وہ (لوگ) تم کو بڑا دکھ دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو تو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی (سخت) آزمائش تھی۔

ہم نے یہ سارا قصّہ پڑھ لیا ہے۔ جب بنی اسرائیل فرعون کے غلام تھے۔ اُن کی نسل کشی کی گئی۔

آج بھی دیکھ لیں کہ کیسے مسلمانوں کی آبادی کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ 'دو بچّے خوشحال گھرانہ' کا سبق دیا جا رہا ہے۔ مغرب میں ماں باپ کو بینیفٹ دیئے جا رہے ہیں، چھٹیاں دی جا رہی ہیں۔ ہمیں کم بچّوں کا سبق پڑھایا جا رہا ہے۔

نبی پاکؐ نے فرمایا تھا ایسے خاندان کی عورت سے شادی کرو جہاں بچّے زیادہ ہوں۔ نبی پاکؐ اپنی اُمّت کی تعداد پر فخر کرینگے۔

دوسرا ہمارے بچّے جب ہو بھی جاتے ہیں تو مغرب نے ہمارے بچّوں کے ذہن کنٹرول کئے ہوئے ہیں اور نئے نئے طریقوں سے اُن کے ذہن بدل دیے ہیں۔

فرعونی بیٹوں کو قتل کر دیتے اور لڑکیوں کو زندہ رکھتے اور اُن کو گھروں میں ڈال لیتے وہ غیر مسلم بچّوں کی مائیں بنتیں۔ محمد بن قاسم ایک عورت کی پکار پر اپنا علمی سفر چھوڑ کر آیا تھا۔ کہ مسلمان عورتیں ہندو (غیر مسلم) بچّوں کی مائیں بن رہی تھیں۔ اُس نے آکر مظلوموں کو نجات دلوائی۔

یہ رَبّ کی آزمائش تھی۔ موسیٰؑ کے ایک سوال کے جواب میں اللہ نے فرمایا تھا کہ جب اپنے اوپر اچھے لوگ حکمران دیکھو تو سمجھ لینا میرا رَبّ مجھ سے خوش ہے اور اگر اپنے بُرے لوگوں کو حکمران دیکھو تو سمجھ لینا میرا رَبّ مجھ سے ناراض ہے۔ اَب ہم خود سوچ لیں کہ ہمارے حکمران کیسے ہیں۔ بعض اوقات دیکھنے میں یہ لگتا ہے کہ غلط قسم کے لوگ ہم پر مسلّط ہو گئے ہیں۔ اپنے اردگرد دیکھیں مسلمانوں کو کیسے تنگ کیا جا رہا ہے۔ تو پھر ہم اپنے اعمال دیکھ لیں۔ اللہ چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ ہمیں صرف اپنے اعمال درست کرنے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کریں۔

وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِکُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَیۡنٰکُمۡ وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾

اور جب ہم نے تمہارے لیے دریا کو پھاڑ دیا تم کو نجات دی اور فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ ہی تو رہے تھے۔

ہر شر میں خیر ہے۔ ہماری سوئی ہوئی غیرت جاگ رہی ہے۔ اُمتِ مسلمہ پر مظالم کو دیکھ کر فیصلہ کر لیں کہ ہمیں اللہ ہی کے دامن میں آنا پڑے گا۔ صبر اور نماز سے مدد لیں۔ اور جب ہم اللہ کو پکارتے

ہیں تو اللہ سمندر پھاڑ کر مدد کر دیتے ہیں۔ صبر بھی کئی طرح کا ہوتا ہے جیسے اِختیاری صبر و جبری صبر۔
جبری کہ کوئی مصیبت ڈال دی جاتی ہے پھر صبر کرنا ہی پڑتا ہے۔ جیسے بنی اسرائیل کے ساتھ ہوُا۔

یعنی بُرے دنوں کا صبر یہ آسان ہوتا ہے۔ مجبوری والا۔ موت پر یا بیماری پر صبر

لیکن ایک صبر اِختیاری ہوتا ہے۔چوائس والا۔ نعمتیں اور مال دے کر آزمایا جاتا ہے۔

فرعون کے غلام تھے تو مجبوری والا صبر تھا۔ اپنا سوچیں۔ ۱۹۴۷ میں پاکستان کا وجود بھی معجزہ تھا۔

ہم ابھی تک بغیر مقصد کی زندگی گُزار رہے ہیں۔ ابھی تک ذہنی طور پر غلام ہیں۔

یہاں ایک بات نوٹ کریں کہ سمندر کا راستہ بنی اسرائیل کے لئے نعمت تھا اور فرعون کے لئے
مصیبت۔ کبھی کسی کی نعمت کو دیکھ کر حسد نہ کریں ہو سکتا ہے وہ آپ کے لئے زحمت اور مصیبت بن
جائے۔ فرعون کی زندگی کو کیسے عبرت کا نشان بنا دیا گیا۔ لوگوں کے سامنے اُس کو ڈبو یا گیا تا کہ دِلوں
سے اُس کا خوف نکل جائے / کہ انسان کس قدر حقیر ہے۔ پانی نے بھی اُس کو قبول نہ کیا۔

آج آپ اُسکو دیکھیں تو کراہت آتی ہے۔ آخر کار ظالموں کا انجام بُرا ہوتا ہے۔

بنی اسرائیل آزاد، پہلا مشن پورا ہو گیا۔

ہمارے لئے سبق یہ ہے کہ جو قوم کچھ محنت اور کوشش کرتی ہے تو اللہ اُسکی مدد کرتا ہے۔ ہم نے
قربانیاں دیں تو ہمیں بھی اپنا وطن مل گیا۔ لیکن اس کے بعد آزمائش شروع ہوتی ہے۔